اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۔ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

خطبہ نمبر ۱۲

روزنامہ الفضل

دار الامان قادیان

THE DAILY
ALFAZL QADIAN.

یوم پنج شنبہ

جلد ۲۸	۱۰ ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ	۹ ماہ ہجرت ۱۳۱۹ ہش	۹ مئی ۱۹۴۰ء	نمبر ۱۰۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبۂ عید الاضحیہ

عید اسی کی ہے جو حضرت ابراہیمؑ کی طرح اپنی اولاد کو خدمتِ دین کے لئے قربان کر دیتا ہے

اپنے بیٹوں کو خدمتِ اسلام کیلئے وقف کرو، تا تمہیں حقیقی عید کا دن دیکھنا نصیب ہو

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۲۰ جنوری ۱۹۴۰ء

مرتبہ مولوی محمد یعقوب صاحب مولوی فاضل

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

آج کی عید جو

عید الاضحیہ

کہلاتی ہے۔ یعنی وہ عید جو قربانیوں کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ حج کے دوسرے دن اور اس کے ساتھ وابستہ و پیوستہ ہو کر آتی ہے۔ اس تقریب کی وجہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وہ قربانی بیان کی جاتی ہے۔ جو انہوں نے اپنے بیٹے کی خدا کے حضور پیش کی۔ پس یہ عید حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس قربانی کی یادگار میں ہے۔ کہ انہوں نے اللہ تعالےٰ کے لئے اپنے بیٹے کو قربان کر دیا۔

بیٹوں کی ظاہری رنگ میں قربانی

تو اسلام نے ناجائز بتائی ہے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے بیٹے کی قربانی کرنے کا حکم دینے کی وجہ بھی یہی تھی۔ کہ اللہ تعالےٰ دُنیا میں اس اصل کو قائم کرنا چاہتا تھا۔ کہ آئندہ کے لئے بیٹوں کی ظاہری قربانی ممنوع قرار دیجاتی ہے۔ ورنہ ہو سکتا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خواب کی جو تعبیر تھی۔ اس مضمون کو اللہ تعالےٰ اس صورت میں نہ دکھاتا۔ بلکہ کسی اور صورت میں دکھا دیتا۔ کیونکہ آخر اللہ تعالےٰ کے حضور ان کے بیٹے کی ظاہری قربانی مقصود نہیں تھی۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نبی ہونے والے تھے۔ اور جس شخص کے لئے نبوت مقدر تھی۔ اس کے متعلق یہ کس طرح ہو سکتا تھا۔ کہ اللہ تعالےٰ اپنے نبی سے کہتا۔ کہ اسے ذبح کر دو۔ پس خدا تعالےٰ کا شروع سے ہی یہ مقصد نہ تھا۔ کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو ذبح کیا جائے۔ بلکہ یہ رؤیا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دکھایا گیا۔ تعبیر طلب تھا۔ اور جبکہ اللہ تعالےٰ کا مفہوم کچھ اور تھا۔ اور جبکہ رؤیا بھی تعبیر طلب تھا۔ تو سوال ہو سکتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اس امر کو کسی اور صورت میں کیوں نہ بیان کر دیا۔ خواب

جناب مولوی محمد دین صاحب کی خدمت میں طلباء تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کا ایڈریس

۱۸ اپریل ۱۹۴۰ء کو جناب مولوی محمد دین صاحب ہیڈ ماسٹر کے اعزاز میں ان کے ریٹائرڈ ہونے پر تعلیم الاسلام ہائی سکول کے ہال میں اساتذہ وطلباء تعلیم الاسلام ہائی سکول اور تعلیم الاسلام ہائی سکول اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کی طرف سے جو پارٹی دی گئی۔ اس میں سکول کے موجودہ طلباء کی طرف سے حسب ذیل ایڈریس پیش کیا گیا۔

مکرم ومحترم حضرت مولوی صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہم جنہیں آپ کی شاگردی کا فخر حاصل ہے۔ آج اس لئے یہاں جمع ہوئے ہیں۔ کہ آپ کو تعلیم الاسلام ہائی سکول کے عہدہ ہیڈ ماسٹری سے سبکدوش ہونے پر خلوص دل سے الوداع کہیں۔ اور آپ کی ذات کے متعلق بالاختصار اپنے جذبات کا اظہار کریں۔

حضرت مولوی صاحب! آپ کی پینتیس ۳۵ سالہ ملازمت صدر انجمن احمدیہ کا اکثر حصہ اسی درسگاہ کے ساتھ متعلق ہے۔ اور قوم کے ہزاروں نوجوان آپ کی مشفقانہ نگرانی میں پروان چڑھے ہیں۔ آپ اپنی اس سعادت اور خوش بختی پر جتنا بھی ناز کریں۔ کم ہے۔ آپ کی تعلیم وتربیت سے آراستہ کئے ہوئے بیسیوں نوجوانوں کو اللہ تعالیٰ نے نمایاں طور پر خدماتِ سلسلہ کی توفیق بخشی ہے۔ اور آپ کے شاگردوں میں سے بعض ایسے وجود پیدا ہوئے ہیں۔ جن پر انسانیت ہمیشہ ناز کرتی رہے گی۔ اور جو تاریخ سلسلہ میں تا ابد ممتاز نظر آتے رہیں گے۔ آپ نے بحیثیت استاد اپنے شاگردوں کے قلوب پر جو گہرے نقوش چھوڑے ہیں۔ اور ان کی تربیت اور کیریکٹر کی تعمیر میں جو قابل قدر کام کیا ہے۔ اس کی مثال شاید ہی کسی دوسری جگہ مل سکے۔

آپ کی ذاتی خوبیاں مثلاً سادگی کفایت شعاری محنت وجفاکشی ذاتی قابلیت وشرافت۔ وسعت نظر علمی شغف۔ ریاضت وامانت صاف گوئی۔ سلسلہ سے اخلاص نظام کی پابندی۔ تقویٰ وطہارت ہمدردی ودلسوزی۔ پردہ پوشی سلامت روی۔ منکسر مزاجی وغیرہ وغیرہ بیسیوں ایسے اخلاق حسنہ اور فضائل ہیں۔ جو آپ کے ذریعہ آپ کے شاگردوں میں پیدا ہوتے رہے ہیں۔ اور آپ کا نیک نمونہ سینکڑوں نوجوانوں کے لئے اپنی زندگی کی تعمیر میں رہنمائی کا کام دیتا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ہمیں آپ کے ساتھ ایک سچی عقیدت اور ایسی محبت ہے۔ جو بہت کم شاگردوں کو اپنے استادوں سے ہو سکتی ہے

مکرم مولوی صاحب اگو اب آپ سکول سے فارغ ہو جائیں گے۔ لیکن ہمیں امید ہے۔ کہ اپنی بقیہ زندگی میں آپ اس مدرسہ کو جس کی ترقی وبہبود کی خاطر آپ اپنی بہترین استعداد یں صرف کر چکے ہیں۔ فراموش نہیں کریں گے اور اس کے مفاد کے ساتھ اپنی دلچسپی کو قائم رکھیں گے۔ اور قوم کے بچوں اور نوجوانوں کی تربیت واصلاح میں امداد کا سلسلہ برابر جاری رکھیں گے

ہم دعا کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر اور صحت میں برکت دے اور آپ کو اس کار خیر کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

آخر میں ہم آپ کے شاگرد آپ کے اس شاندار دور کی کامیابی کے ساتھ اختتام پذیر ہونے پر آپ کی خدمت میں تہ دل سے مبارکباد پیش کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ آپ کی خدمات قبول فرمائے۔ اور آپ کو مزید خدماتِ سلسلہ کی سعادت کے حصول کی توفیق دے۔ آمین۔

ہم ہیں طلباء تعلیم الاسلام
ہائی سکول قادیان

تحریک جدید کے وعدے قسطوں میں ادا کر سکتے ہیں

تحریک جدید سال ششم کی قربانی میں حصہ لینے والے احباب اگر اپنے وعدوں کو ۳۱ مئی ۱۹۴۰ء تک سوفی صدی پورا کر دیں۔ تو چونکہ وہ مئی میں ادا ہونے والی قسطیں ہم دیں گے۔ اور حضور ایدہ اللہ چاہتے ہیں۔ کہ احباب کرام مئی کی قسط کے پورا کرنے میں اپنے وعدوں کو جلد تر ادا کریں۔ اس لئے ان کو جہاں زیادہ ثواب اللہ تعالیٰ کے حضور سے حاصل ہوگا۔ وہاں وہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی بھی حاصل کر سکیں گے۔ اور ایسے احباب کے نام ۳۱ مئی ۱۹۴۰ء کے بعد سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کے لئے پیش کر کے دعا کی درخواست کی جائے گی۔ پس ہر وعدہ کرنے والا اپنے عہد کو ۳۱ مئی تک ادا کرنے کی پوری جدوجہد کرے۔ جو احباب اپنا وعدہ اس تاریخ تک سوفی صدی پورا نہ کر سکیں۔ اگر وہ اپنے وعدہ کا نصف یا اس سے زیادہ حصہ ادا کر دیں گے۔ تو ان کے نام بھی پیش کئے جائیں گے۔ گذشتہ قسطیں نہ ادا کرنے والوں کو بھی اس موقعہ سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ اور گذشتہ قسطیں ادا کر کے ۳۱ مئی تک اپنے وعدہ کا نصف یا اس سے زیادہ حصہ ادا کر دینا چاہیئے۔

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

روم ۶ رمئی۔ اٹلی کے وزیر خارجہ کاؤنٹ کیانو کے اخبار کے ایڈیٹر نے ایک براڈکاسٹ تقریر میں کہا کہ نپولین نے انگلستان پر حملہ کرنے کی جو کوشش کی تھی۔ وہ بہت جلد اس جنگ میں ہٹلر کی طرف سے دہرائی جائے گی۔ دنیا نے بہت سے حیرت انگیز واقعات دیکھے ہیں۔ مگر اب اس سے زیادہ حیرت انگیز واقعات ظاہر ہونگے۔ جن سے دنیا کے ستون ہل جائیں گے۔

لنڈن ۶ رمئی۔ آج میلان میں اطالوی طلباء نے اتحادیوں کے خلاف مظاہرے کئے۔ پھر جرمنی زندہ باد۔ اتحادی مردہ باد کے نعرے لگائے اور دیواروں پر لکھا۔ کہ ہم ہٹلر کو لنڈن میں اور مسولینی کو پیرس میں دیکھنا چاہتے ہیں۔

ایمسٹرڈم ۶ رمئی۔ ہالینڈ میں تمام غیر ملکی انجمنیں خلاف قانون قرار دے دی گئی ہیں۔ ان کے دفاتر پر پولیس نے قبضہ کر لیا ہے۔ ایک ہزار نازی گرفتار کر لئے گئے ہیں۔

نیویارک ۶ رمئی۔ امریکن پریس ناروے سے برطانوی افواج کی واپسی پر نکتہ چینی کر رہا ہے۔ ایک اخبار نے لکھا ہے۔ کہ اتحادی خواہ مخواہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے۔ وزیر اعظم برلی تیہ نے کہا ہے۔ کہ اسے پہلے سے جرمنی کی چال کا علم تھا۔ پھر کیوں تیاری نہ کی گئی۔

لنڈن ۶ رمئی۔ وزارت بحر نے اعلان کیا ہے۔ کہ جرمن جہازوں نے پے بہ پے حملے کر کے ایک برطانوی تباہ کن جہاز آفریدی وزنی ۱۸۷۰ ٹن ڈبو دیا ہے۔ نیز ناروے کے ساحل کے قریب برطانیہ کی دو ہوائی کشتیوں کو نقصان پہنچا۔

شملہ ۶ رمئی۔ سرکاری حلقوں سے اس خبر کی تردید کی گئی ہے۔ کہ مرکزی اسمبلی کا ایک خاص سیشن جولائی میں شملہ میں بلایا جائے گا۔ اس کے بعد اسمبلی کو توڑ دیا جائے گا۔ اور نومبر میں نئے انتخابات ہونگے۔

لنڈن ۷ رمئی۔ آج ناروے کے وزیر خارجہ نے یہاں سے ایک تقریر براڈکاسٹ کرتے ہوئے کہا۔ کہ ناروے پر حملہ کر کے جرمنی دنیا کی نظروں سے گر گیا ہے۔ ہمارے ملک کی آبادی ۳۶ لاکھ ہے۔ اور ہم بڑی بڑی حکومتوں سے لڑنے کا خیال بھی نہ کر سکتے تھے اور جرمنی کی طرف سے حملہ سے قبل ہم انتہائی کوشش کر رہے تھے کہ لڑائی سے الگ رہیں۔ مگر اب ناروے آزادی کے لئے لڑیگا۔

ڈنمارک اور ناروے پر حملہ سے لے کر اب تک جرمنی کے دو سو طیارے برباد ہو چکے ہیں۔ ان میں سے بہت سے برطانوی طیاروں نے نیچے گرائے۔ اور چالیس کے قریب بحری بیڑہ کے طیاروں نے تباہ کئے۔

آج برطانیہ کے کچھ اور جہاز اور ہوائی جہاز اسکندریہ پہنچ گئے۔ اس سے بلقانی ممالک کے حوصلے بہت بڑھ گئے ہیں۔ وہ جانتے ہیں۔ کہ انگریز اور ان کے ساتھیوں سے ان کو کوئی ڈر نہیں۔ جرمنی اور اٹلی میں اس کے متعلق سنسنی خیز خبریں پھیلائی جا رہی ہیں خاص کر جرمن پریس نے تو جھوٹ بولنے میں کمال کر دیا ہے۔

شملہ ۷ رمئی۔ آج سنٹرل ایڈوائزری بورڈ آف ایجوکیشن کا اجلاس ختم ہو گیا۔ ایک کمیٹی بنائی گئی ہے۔ جو صوبوں کا دورہ کرے گی۔ اور دیکھے گی۔ کہ مختلف صوبوں نے بنیادی تعلیم میں کہاں تک ترقی کی۔

لاہور ۷ رمئی۔ خاکساروں کی پکڑ دھکڑ جاری ہے۔ آج سنہری مسجد کے قریب تین خاکسار جو بیلچوں سے پریڈ کر رہے تھے۔ پکڑے گئے۔ سرحدی صوبہ سے خاکساروں کو پنجاب آنے کی ممانعت کر دی گئی ہے۔ اور اٹک پر کئی جگہ پہرے لگا دیئے گئے ہیں۔ میاں احمد شاہ بیرسٹر سرحدی حکومت ہند سے علامہ مشرقی کو ملنے کے لئے اجازت حاصل کر رہے ہیں اگر وہ ملاقات میں کامیاب ہو گئے۔ تو پنجاب گورنمنٹ سے پھر بات چیت کریں گے۔

برلین ۷ رمئی۔ ہٹلر اور سویڈن کے بادشاہ کے درمیان اپریل کے آخری ہفتہ میں خط و کتابت ہوئی تھی۔ جس کے نتیجہ میں ان حکومتوں کی طرف سے اعلان کیا گیا ہے۔ کہ ان دونوں میں سیاسیات کے متعلق پورا پورا اتفاق ہے۔

لنڈن ۷ رمئی۔ بحیرہ روم اور جنوب مشرقی یورپ میں حملے کی روک تھام کے لئے انگلستان اور اتحادیوں نے پوری تیاری کر لی ہے۔ مصر اور فلسطین میں فوجیں کیل کانٹے سے تیار کھڑی ہیں حکومت مصر نے مزید احتیاطی کارروائی شروع کر دی ہے۔ تاکہ سرکاری مال کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔ اب کوئی شخص بغیر اجازت نہ مصر سے باہر جا سکتا ہے نہ آ سکتا ہے جن لوگوں کے پاس بندوق اور پستول ہیں ان سے متعلق اعلان کیا گیا ہے کہ آٹھ دن کے اندر اندر افسروں کو اطلاع دیں۔ نہر سویز کے علاقہ کی سخت نگرانی کی جا رہی ہے۔ حکومت ترکیہ نے اتحادیوں کے ساتھ مل کر مقابلہ کرنے کا اعلان کیا ہے۔ بلقان کے ملک بھی اب مطمئن ہیں۔ اٹلی اپنی سرحدوں کے پاس جنگی انتظامات کر رہا ہے سپین نے اعلان کیا ہے کہ وہ لڑائی سے الگ تھلگ رہے گا پرتگال اور برطانیہ کی پرانی دوستی میں کوئی فرق نہیں آیا کل یونان کے دارالحکومت ایتھنز میں اٹلی کے یونان والے سفیر نے وزیر اعظم یونان سے باتیں کیں۔

لنڈن ۷ رمئی۔ جرمن بلقانی ممالک میں سنسنی پھیلانے کی کوشش کر رہا ہے آج صبح جرمن اخباروں نے یہ جھوٹی خبر چھاپی۔ کہ بحیرہ روم میں جنگ شروع کرنے کے متعلق وزیر اعظم فرانس اور وزرا انگلستان میں گفتگو ہو رہی ہے نیز یہ بھی جھوٹ بولا۔ کہ انگریزی فوجیں یونان پار کر کے آگے بڑھنا چاہتی ہیں جرمنی یہ بھی کوشش کر رہا ہے کہ ہنگری اور چیکوسلواکیہ میں بگاڑ پیدا ہو جائے تازہ خبر یہ پہنچی ہے کہ چیکوسلواکیہ کی سرحدی فوج کو ہنگری کے خلاف اکسایا جا رہا ہے۔

لنڈن ۷ رمئی۔ یکم اپریل سے اب تک تین لاکھ ٹن کے جرمن جہاز ڈبوئے جا چکے ہیں۔

لنڈن ۷ رمئی۔ ناروے میں ناروک کے علاقہ میں بڑے پیمانہ پر حملہ لڑائی شروع ہونے والی ہے۔ جہاں انگریزوں کی ہوائی طاقت جرمنی سے کمتر نہ رہے گی۔

لنڈن ۷ رمئی۔ ٹرانڈہیم سے جو فوجیں شمال کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ ان کے متعلق جرمنوں نے دعوی کیا ہے کہ وہ ۸۰ میل آگے جا چکی ہیں۔

لنڈن ۷ رمئی۔ آج مسٹر چیمبرلین نے پارلیمنٹ میں ناروے سے فوجیں واپس بلا لینے کے متعلق تقریر کرتے ہوئے کہا۔ کہ ناروے کے کمانڈر انچیف نے فوراً مدد دینے کے لئے کہا تھا۔ جس پر فوراً فوجیں بھیجنے کا فیصلہ سب وزیروں نے مل کر کیا۔ ناروے سے فوج واپس بلا لینے کے یہ معنے نہیں ہیں کہ جنگ بند کر دی گئی ہے صرف ایک ڈویژن واپس بلائی گئی ہے واپسی کی وجہ سے کچھ زیادہ نقصان نہیں اٹھانا پڑا۔ اور نہ انگریزی فوجیں کوئی زیادہ سامان پیچھے چھوڑ کر آئی ہیں۔ مسٹر چیمبرلین نے فوج کی تعریف کی کہ وہ بہت احتیاط سے پیچھے ہٹی اور اگرچہ پچاس جرمن ہوائی جہازوں نے حملہ کیا۔ مگر فوج کو کوئی نقصان نہ پہنچی

دارجلنگ ۷ رمئی۔ آج صبح بنگال کیبنٹ کا جلسہ ہوا جس میں سوائے نواب مشرف حسین کے باقی سب وزراء شامل تھے ان کو ایک حادثہ میں چوٹیں آئی تھیں۔ وہ اب اچھے ہو رہے ہیں۔

آئندہ رونما ہونیوالے واقعات

کی ایک تصویر ہوتی ہے۔ جیسے مصوّر تصویریں کھینچتے ہیں۔ ویسے ہی اللہ تعالےٰ خوابوں میں واقعات کی تصویر کھینچ کر اپنا مفہوم بیان کر دیتا ہے۔ پھر جبکہ اللہ تعالےٰ اس مفہوم کو کسی اور رنگ میں بھی بیان کر سکتا تھا۔ تو سوال ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اس رنگ میں یہ مفہوم کیوں بیان کیا؟ اس کا جواب یہی ہے کہ اس سے پہلے لوگ اپنے بیٹوں کی قربانی کیا کرتے تھے۔ اور اللہ تعالےٰ چاہتا تھا۔ کہ نہ صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کو وُہ یہ خبر دے۔ کہ وُہ آپ سے اپنے بیٹے کی قربانی کرانا چاہتا ہے۔ بلکہ اس امر سے بھی انہیں مطلع کرے۔ کہ ابراہیمی دین میں انسانوں کی ظاہری قربانی جس کا ان کی قوم میں رواج تھا۔ آئندہ جائز نہیں ہوگی۔ پس خدا تعالےٰ نے یہ خواب دکھا کر

دو اہم امر

بیان فرما دیئے۔ یہ بھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا بیٹا خدا تعالےٰ کی راہ میں قربان کرنا ہوگا۔ اور یہ بھی کہ حضرت ابراہیم جب ظاہری رنگ میں بیٹے کی قربانی کرنا چاہیں گے۔ تو میں انہیں منع کروں گا۔ اور کہوں گا کہ انسان کی اس رنگ میں قربانی میں نہیں چاہتا۔ اسی حکمت کے ماتحت خدا تعالےٰ نے تصویری زبان میں انہیں یہ تمام نظارہ دکھایا۔ جس کا فائدہ یہ ہوا۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا امتحان بھی ہو گیا۔ اور وہ شرح صدر سے

اپنے بیٹے کو ذبح کرنیکے لئے تیار

ہو گئے۔ اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا بھی امتحان ہو گیا۔ اور وُہ بھی خوشی سے ذبح ہونے کے لئے تیار ہو گئے۔ اور دُوسری طرف جب وہ اپنے بیٹے کو قربان کرنے لگے۔ تو اللہ تعالےٰ نے انہیں بتا دیا۔ کہ میرا اس قربانی کے حکم سے یہ مفہوم نہیں تھا۔ بلکہ کچھ اور تھا۔ انسانوں کی ظاہری قربانی میں پسند نہیں کرتا۔ اور یہ آئندہ کے لئے ممنوع قرار دی جاتی ہے۔

پس حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنی نوع انسان پر یہ

عظیم الشان احسان

کیا۔ کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو قربان کرنے کے ارادہ کے ساتھ ہی آئندہ انسانوں کی قربانیوں کو روک کر انہیں ہلاکت سے بچا لیا۔ اصل قربانی کیا تھی؟ وہ جیسا کہ میں نے کئی دفعہ بیان کیا ہے یہ تھی کہ اللہ تعالےٰ نے چاہا تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو مکہ میں چھوڑ آئیں۔ تاکہ وہ بیت اللہ کی حفاظت اور

دینِ ابراہیمی کی خدمت

کریں۔ اور ان کے ذریعہ وہ اولاد پیدا ہو۔ جس کے ہاتھوں خدا تعالےٰ اپنے دین کا آخری دور قائم کرنا چاہتا تھا۔ پس درحقیقت حضرت اسماعیل علیہ السلام کو جس دن بیت اللہ کے پاس چھوڑا گیا۔ اس دن

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آمد کا اعلان

کیا گیا۔ کیونکہ بیت اللہ نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں ہی اللہ تعالےٰ کے ذکر کا آخری گھر ہونا تھا اور اس کی تیاری صرف حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے زمانہ سے کی گئی تھی۔ جیسے یہاں اب عید کا خطبہ ہونے لگا ہے۔ مگر بعض دوست رات سے ہی یہاں آ گئے تھے۔ جنہوں نے صفائیاں کیں چٹائیاں بچھائیں۔ اور دیگر انتظامات کئے۔ اور پھر صبح سے وائرلیس والے آ گئے۔ جنہوں نے بیٹریاں تیار کیں۔ بجلی کی تاریں درست کیں۔ اور اسی طرح کے اور انتظامات کئے۔ تاکہ جب آپ لوگ آئیں تو آسانی سے بیٹھ کر خطبہ سن سکیں۔ تو جب کوئی بڑا کام ہونے لگتا ہے۔ تو پہلے سے اس کی تیاری شروع کر دی جاتی ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا چونکہ

مکہ میں ظہور

مقدر تھا۔ اس کے متعلق اللہ تعالےٰ نے دو ہزار سال پہلے حضرت اسمٰعیلؑ کے ذریعہ سے تیاری شروع کرا دی۔ یہ کتنا اہم مقام ہے۔ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حاصل ہے۔ کہ دو ہزار سال پہلے اللہ تعالےٰ حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کو حکم دیتا ہے۔ کہ میرے اس گھر کو صاف کرو۔ کیونکہ یہاں میرا وہ نبی آنے والا ہے۔ جس کے نور سے ساری دنیا منور ہوگی طهرا بيتى للطائفين والعاكفين والركع السجود۔ (البقرہ ع۱۵) میرے اس گھر کو ان لوگوں کے لئے تیار کرو جو طواف کرنے کے لئے یہاں آئیں گے۔ جو اعتکاف بیٹھنے کے لئے یہاں آئیں گے۔ اور جو یہاں آ کر رکوع اور سجدہ کریں گے۔ مگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کے زمانہ میں اور اس کے بعد کتنے لوگ تھے جو اس نیت کے ساتھ وہاں آیا کرتے تھے۔ طواف تو لوگ کرتے ہی تھے۔ مگر کتنے لوگ تھے جو وہاں اعتکاف بیٹھتے تھے۔ اور اپنی عمریں خدا تعالےٰ کے دین کی خدمت کے لئے وقف کر دیتے تھے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ سے پہلے

سینکڑوں سال کی تاریخ محفوظ

ہے۔ مگر وہ تاریخ یہی بتاتی ہے۔ کہ اُس وقت وہاں بت پرستی ہی بت پرستی تھی نہ خدا کے لئے کوئی اعتکاف بیٹھنے والا تھا۔ نہ خدا کے لئے وہاں رکوع ہوتا تھا۔ اور نہ خدا کے لئے وہاں سجدہ ہوتا تھا۔ بلکہ جو لوگ خدا تعالےٰ کے نام کو بلند کرتے انہیں مارا اور پیٹا جاتا تھا۔ پس یہ جو باتیں بیان کی گئی ہیں۔ کہ میرے اس گھر کو تیار کرو۔ تاکہ طواف کرنے والے اعتکاف بیٹھنے والے اور رکوع و سجود کرنے والے یہاں آئیں۔ یہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں ہی ہونے والی تھیں۔ اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو اسی تیاری کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ باقی رہا یہ سوال کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے کیا کام کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے ظاہری رنگ میں

کعبہ کی تعمیر

کی۔ اسی طرح انہی کے ذریعہ اللہ تعالےٰ نے زمزم نکلوایا۔ بعد میں جو خرابیاں نظر آتی ہیں ان کی وجہ سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پر اعتراض نہیں ہو سکتا اصل غور کرنے والی بات یہ ہے۔ کہ گو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے جن لوگوں کو اپنے بعد چھوڑا۔ ان میں سے بہت سے مشرک اور بت پرست ہو گئے۔ مگر کیا دنیا کا کوئی شخص اس امر سے انکار کر سکتا ہے۔ کہ

دین کو پھیلانے کی قابلیت

انہی کے اندر تھی۔ اہلِ مکہ نے بے شک اسلام کی مخالفت کی۔ قریش نے بیشک رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مخالفت کی۔ اور شدید مخالفت کی۔ بلکہ ابوجہل کو پیش کر کے کوئی شخص کہہ سکتا ہے۔ کہ جس قوم میں

مدینۃ المسیح

قادیان ۷ ہجرت ۱۳۱۹ ہش۔ حضرت ام المومنین مدظلہا العالی کی طبیعت آج نسبتاً اچھی ہے۔ احباب حضرت ممدوحہ کی صحت کاملہ کے لئے دُعا کریں۔

سیدہ ام ناصر احمد صاحب حرم اول حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو درد گردہ کی وجہ سے تکلیف ہے۔ احباب دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ صحت عطا کرے۔

ابوجہل جیسے لوگ

پیدا ہونے والے تھے۔ کیا اس کے متعلق یہ پیشگوئی کی گئی تھی۔ کہ طھرا بیتی للطائفین والعاکفین و الرکع السجود۔ کیونکہ جب خدا نے حضرت ابراھیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام سے کہا۔ کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں۔ اعتکاف بیٹھنے والوں۔ اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے تیار کرو۔ تو اس کے معنے یہی تھے۔ کہ اُن کی آئندہ نسلیں یہ کام کریں گی۔ کیونکہ وُہ تو ہمیشہ کے لئے زندہ نہیں رہ سکتے تھے۔

پس ایک کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ کیا جس قوم میں ابوجہل جیسے لوگ پیدا ہونے تھے۔ اس قوم کے متعلق یہ پیشگوئی ہوسکتی ہے؟ مگر میں اسے کہوں گا۔ کہ اے نادان تجھے ابوجہل تو نظر آگیا۔ جس کا کام ختم ہوگیا۔ مگر تجھے ابوبکرؓ نظر نہ آیا۔ جس کا کام آجتک جاری ہے۔ تجھے عتبہ اور شیبہ تو نظر آگئے۔ جو پیدا ہو کر فنا ہو گئے۔ مگر تجھے

عمرؓ۔ عثمانؓ اور علیؓ

نظر نہ آئے۔ جن کو دائمی حیات بخشی گئی ہے۔ اور جن کے کارنامے قیامت تک دُنیا سے محو نہیں ہوسکتے۔ اور اس میں کیا شُبہ ہے۔ کہ جس جوش اور جس اخلاص کے ساتھ حضرت ابراھیم علیہ السلام کی اس اولاد نے دین کی خدمت کی۔ اس کی مثال دُنیا کی تاریخ میں کہیں نظر نہیں آتی۔

پس بے شک وُہ لوگ بظاہر خراب ہوگئے۔ مگر وُہ خرابی ایسی ہی تھی۔ جیسے اچھے کپڑے پر کوئی ایسی چیز گر جاتی ہے۔ جس کا نشان نہیں پڑتا۔ مثلاً کوٹ پر خشک مٹی جا پڑے۔ تو بُرش سے اس کو جھاڑ دیتے ہیں۔ پس اس میں کوئی شُبہ نہیں۔ کہ مکہ والے بظاہر خراب نظر آتے تھے۔ مگر ان کی یہ خرابی ایسی ہی تھی جیسے کوٹ پر مٹی جا پڑے۔ یا وُہ ہیرا تو تھے۔ مگر تراشا ہُوا ہیرا نہیں تھے۔

جب محمد صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی توجہ اور آپ کی قوتِ قدسیہ کی برکت سے وُہ تراشے گئے۔ تو وُہی ہیرے دُنیا کا بہترین متاع شمار ہونے لگے۔ جب تک سونے کے ذرات مٹی میں ملے ہُوئے ہوتے ہیں۔ ان کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی۔ مگر جب کسی ماہر کی نگاہ اُن پر پڑتی ہے۔ تو وہ ان ذرات کو مٹی سے علیحدہ کر لیتا ہے۔ اور پھر وُہی ذرات بہت بڑی قیمت پر فروخت ہوتے ہیں۔ اسی طرح ہیرا جب تک پتھر میں رہتا ہے۔ اس کی قدر و قیمت کا کسی کو احساس نہیں ہوتا۔ مگر جب کوئی ماہر اُسے کاٹ کر ہیرے کو اپنی اصل شکل میں دُنیا کے سامنے پیش کرتا ہے۔ تو اس کی قیمت لاکھوں کروڑوں روپیہ تک پہونچ جاتی ہے۔

پس اس میں کوئی شُبہ نہیں کہ اُن میں خرابیاں پیدا ہُوئیں۔ مگر جب محمد صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُن میں صفائی پیدا کی۔ تو انہی میں ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ اور علیؓ جیسے لوگ پیدا ہوگئے۔ اور نہ صرف ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ اور علیؓ پیدا ہُوئے۔ بلکہ اور ہزاروں لوگ پیدا ہُوئے۔ ان میں طلحہؓ جیسے لوگ پیدا ہُوئے۔ ان میں زبیرؓ جیسے لوگ پیدا ہُوئے۔ ان میں عبدالرحمٰن بن عوفؓ جیسے لوگ پیدا ہُوئے۔ اُن میں ابوعبیدہؓ جیسے لوگ پیدا ہُوئے۔ ان میں سعدؓ جیسے لوگ پیدا ہُوئے۔ اُن میں عثمان بن مظعونؓ جیسے لوگ پیدا ہُوئے۔ یہ وُہ لوگ تھے۔ جنہوں نے اللہ تعالےٰ کے نام کو روشن کرنے کے لئے اپنے

جذبات کی انتہائی قربانی

کی یہاں تک کہ ان میں سے ہر شخص زندہ ابراھیم بن گیا۔

اس میں کوئی شُبہ نہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت ابراھیم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ مگر اس میں بھی کوئی شُبہ نہیں۔ کہ آپ ابوابراہیم بھی تھے۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسیہ سے آپ کی رُوحانی اولاد میں ہزاروں ابراھیم پیدا ہوئے میں نے ایک دفعہ رؤیا دیکھا۔ کہ میں بیت الدعا میں بیٹھا ہُوں۔ کہ ایک فرشتہ میرے سامنے آیا۔ اور اس نے کہا۔ میں تم کو ابراھیمؑ بتاؤں؟ میں نے کہا۔ میں ابراھیمؑ کو جانتا ہُوں۔ وُہ کہنے لگا۔

ایک ابراھیم نہیں کئی ابراھیم

ہوئے ہیں۔ چنانچہ اس کے بعد اس نے کئی ابراھیمؑ مجھے بتانے شروع کئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت اس نے کہا۔ کہ وُہ بھی ابراھیم تھے پھر اس نے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے متعلق کہا۔ کہ وُہ بھی ابراھیمؑ تھے اور آپ کا نام اس نے

ابراھیم ادھم

بتایا۔ اسی طرح اور بیسیوں ابراھیم اس نے مجھ پر ظاہر کئے۔ تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم صرف حضرت ابراھیم علیہ السلام کی اولاد ہی نہ تھے۔ بلکہ روحانی طور پر آپ ابراھیموں کے باپ بھی تھے۔ اور آپ کی رُوحانی اولاد میں سے ہزاروں ابراھیم ہُوئے۔ مجھے ہی فرشتہ نے بیسیوں کے قریب ابراھیم بتا دیئے تھے۔ اور امتِ محمدیہ میں تو آج تک ہزاروں ابراھیم گذرے ہوں گے۔ تو رسُول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اسلام

ابراھیموں کا باپ

بھی قرار دیتا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ انہوں نے اللہ تعالےٰ کے لئے اپنی اولادوں اپنی جائدادوں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کو اس رنگ میں قربان کیا۔ کہ ان میں اور ابراھیم میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔

رسُول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک دفعہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ہاں بیٹھے ہُوئے تھے۔ اُن کے لڑکے عبدالرحمٰن بھی موجود تھے۔ یہ بعد میں مسلمان ہُوئے ہیں۔ پہلے کچھ مدت تک مسلمانوں کا مقابلہ کرتے رہے تھے۔ اور بدر۔ یا احد کی جنگ میں کفار کی طرف سے لڑے تھے۔ دورانِ گفتگو میں وُہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے کہنے لگے۔ ابّا جان اس جنگ میں جب فلاں جگہ سے آپ گذرے تھے۔ تو میں ایک پتھر کے پیچھے چھپ کر کھڑا تھا۔ اور میں اگر چاہتا۔ تو آپ کو مار دیتا۔ کیونکہ اس وقت میری تلوار آپ تک پہونچ سکتی تھی۔ مگر میں نے اپنے ہاتھ کو روک لیا اور کہا۔ اپنے باپ کو کیوں ماروں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ خدا کی قسم اگر میری نظر تجھ پر پڑ جاتی تو میں تجھے ضرور مار ڈالتا۔ یہی ابراھیمی مقام ہے۔ ابراھیمؑ کو بھی خدا نے کہا۔ قربانی کر۔ اور وُہ قربانی کے لئے تیار ہوگیا۔ اور یہاں بھی خدا تعالےٰ نے مسلمانوں سے کہا۔ کہ اگر تمہیں اپنے ماں باپ۔ اپنے بیٹے۔ اپنے رشتہ دار اپنے مکان اور اپنے اموال خدا اور اس کے رسُول سے زیادہ پیارے ہیں تو تمہیں میری طرف سے کوئی انعام نہیں مل سکتا۔ بلکہ تم پر میرا عذاب نازل ہوگا۔ ان لوگوں نے خدا تعالےٰ کی اس آواز کو سُنا۔ اور جیسا کہ خدا نے ان سے مطالبہ کیا تھا۔ انہوں نے

اپنے ماں باپ کو قربان کردیا

انہوں نے اپنے بیٹوں کو قربان کردیا۔ انہوں نے اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کو قربان کردیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو ہی دیکھ لو۔ انہوں نے جب اپنے بیٹے کی بابت سُنی۔ تو حضرت ابراھیم علیہ السلام کی طرح فوراً یہ جواب دیا۔ کہ اگر میری نظر تجھ پر پڑ جاتی۔ تو میں تجھے ضرور مار ڈالتا۔ یہ تیری خوش قسمتی تھی۔ کہ تو بچ گیا۔ اُن کا بیٹا اس وقت تک کافر تھا۔ اور اس کی نگاہ میں اپنے باپ کی بڑی قدر تھی۔ چنانچہ باوجود

دینی مخالفت

کے اس نے نہ چاہا۔ کہ اپنے باپ کو اپنے ہاتھ سے قتل کرے۔ مگر محمد صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جاننے والے تھے۔ ان کے اندر خدا تعالےٰ نے وُہ ایمان پیدا کر دیا تھا۔

کہ وہ اپنے بیٹوں کو اپنے ہاتھ سے قربان کر دینے کے لئے تیار ہو جاتے تھے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے۔ کہ اسلام ہی ہماری ماں ہے۔ اسلام ہی ہمارا باپ ہے۔ اور اسلام ہی ہمارا سب کچھ ہے بلکہ اگر غور سے دیکھا جائے۔ تو صرف بیٹے کی قربانی اصل قربانی نہیں۔ کیونکہ بسا اوقات۔ لوگ ماں باپ کے لئے اپنے بیٹوں کو قربان کر دیتے ہیں۔ بیشک

اولاد کی محبت کا طبعی جذبہ

ہر انسان کے دل میں موجود ہوتا ہے مگر بعض لوگ ان طبعی جذبات سے بالا ہو کر اخلاقی زندگی بسر کرنے لگ جاتے ہیں۔ اور اخلاقی دنیا میں ماں باپ کا درجہ بڑا ہوتا ہے۔ طبعی اور حیوانی دنیا میں بے شک بیٹے کا درجہ بڑا ہوتا ہے۔ لیکن اخلاقی دنیا میں ماں باپ کا درجہ بڑا ہوتا ہے۔ مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اتباع نے

اللہ تعالےٰ کے دین کی خاطر

ماں باپ کی ایسے ایسے رنگ میں قربانی کی ہے۔ کہ انسان ان واقعات کو پڑھ کر بغیر اس کے کہ اس کے جذبات قابو سے نکل جائیں نہیں رہ سکتا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کا ہی واقعہ ہے

ایک نوجوان

جو بارہ تیرہ سال کا تھا۔ اسلام میں داخل ہوا۔ اس کی ماں نے اسے تکلیفیں دیں برتن الگ کر دیئے۔ کھانا الگ کر دیا۔ اور گھر کے افراد سے کہہ دیا۔ کہ کوئی اسے چھوئے نہیں۔ اور اس کی چیزوں کو ہاتھ تک نہ لگائے۔ اس کے علاوہ اس پر سختی بھی کی جاتی۔ اور اسے مارا پیٹا جاتا۔ اور سالہا سال یہی حالت رہی۔ یہاں تک کہ

ہجرت حبشہ کا زمانہ

آ گیا۔ اور وہ مکہ سے ہجرت کر کے حبشہ چلا گیا۔ وہاں ایک لمبا عرصہ رہنے کے بعد وہ پھر مکہ میں واپس آیا۔ اور کئی سال کے بعد وہ اپنے ماں باپ کے گھر گیا۔ اس نے سمجھا۔ کہ اب ان کا غصہ دور ہو چکا ہو گا۔ اور ماں کی ماتا اور باپ کی محبت جوش میں آئی ہوئی ہو گی۔ آجکل

سفر کی سہولتیں

ہیں۔ اور ریل گاڑیوں کی آمد و رفت اور ڈاک کی وجہ سے بُعد مسافت کا زیادہ احساس نہیں ہوتا۔ مگر آج بھی جن کے بچے لاہور یا دہلی میں عید منا رہے ہیں۔ ان کی ماؤں کے دلوں میں بار بار یہ خیال آتا ہو گا۔ کہ نہ معلوم ہمارا بچہ کس حال میں ہے۔ لیکن وہ زمانہ ایسا تھا۔ کہ جب کوئی دُور چلا جاتا تو سالہا سال تک اس کا پتہ نہیں چلتا تھا۔ ایسی صورت میں ماں باپ کی جو

قلبی کیفیات

ہوتی ہوں گی۔ ان کا بآسانی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ وہ خود کہتے ہیں۔ کہ میں جب گھر میں داخل ہوا۔ تو میری ماں بے تاب ہو کر مجھ سے چمٹ گئی اور رونے لگی۔ اس نوجوان کو بھی رونا آ گیا۔ اور اس نے سمجھا۔ کہ شاید میں اب اس گھر میں رہ سکوں گا؟ لیکن اس کی ماں بھی کفر میں بڑی پختہ تھی۔ اور وہ اگر اسلام پر مضبوطی سے قائم تھا تو اس کی ماں کفر کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کی ماں اسے کہنے لگی۔ کہ بچہ اب تو تجھے سمجھ آ گئی ہو گی۔ کہ تو نے کیسا دین اختیار کیا ہے۔ دیکھ تجھے ماں باپ چھوڑنے پڑے۔ اپنے عزیز اور رشتہ دار چھوڑنے پڑے۔ اور پھر کیسی کیسی تکلیفیں ہیں جو تو نے اٹھائیں۔ اب بھی تو ہم میں آ کر مل جا۔ اور یاد رکھ کہ ہم اسی صورت میں تجھ کو اپنے گھر میں رہنے کی اجازت دے سکتے ہیں۔ کہ تو پھر ہم میں شامل ہو جائے اور اسلام کو ترک کر دے۔ اس نے سمجھا۔ کہ اثر ڈالنے کا یہی موقعہ ہے۔ اس سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ مگر وہ نوجوان بھی کم ایمان والا نہیں تھا۔ یہ سنکر اس کی

آنکھوں میں آنسو

آ گئے۔ اور اس نے کہا ماں اگر تمہاری یہی شرط ہے۔ کہ میں محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ دوں۔ تو یہ شرط میں کبھی تسلیم نہیں کر سکتا۔ یہ میری تم سے آخری ملاقات ہے۔ اس کے بعد میں اب اس گھر میں نہیں آؤں گا۔ چنانچہ پھر عمر بھر اس صحابی نے اپنی ماں کی شکل نہیں دیکھی۔ یہ قربانی اگر ہم غور کریں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی سے کسی طرح کم نہیں۔ بلکہ اخلاقی نقطہ نگاہ سے جب اس قربانی کو دیکھا جائے۔ تو یہ ابراہیم کی قربانی سے بڑھی ہوئی نظر آتی ہے۔ میں یہ نہیں کہتا۔ کہ ابراہیم کا درجہ اس صحابی سے کم ہے۔ میں جانتا ہوں۔ کہ اگر اللہ تعالےٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ایسی ہی قربانی کا مطالبہ کرتا تو وہ بھی ضرور کرتے۔ میرا مطلب اس سے یہ ہے۔ کہ

ابراہیمی صفت لوگ

محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں پیدا ہوئے۔ جو ابراہیم کی طرح اس مقام پر کھڑے ہوئے کہ جب خدا نے انہیں کہا کہ اسلم ہماری بات مان لو تو انہوں نے کہا اسلمت لرب العالمین۔ حضور کیا کہتے ہیں۔ ہم تو پہلے سے قربانی کے لئے تیار کھڑے ہیں۔ تو اسلمت لرب العالمین کہنے والے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحانی اولاد میں ہزاروں ہوئے جنہوں نے دنیا کے سامنے پھر وہی نظارہ پیش کر دیا۔ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پیش کیا تھا۔ اور جبکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہم سید الانبیاء بلکہ ابو الانبیاء کہتے ہیں۔ تو اس کے معنی یہی ہیں۔ کہ آپ کی روحانیت کے اثر کے نیچے

ہر نبی کا جلوہ آپکی امت نے دکھا دیا۔

کوئی ابراہیم کی شان لے کر دنیا میں ظاہر ہوا۔ کوئی اسمٰعیل ؑ کی شان لے کر دنیا میں ظاہر ہوا۔ کوئی اسحاق ؑ کی شان لے کر دنیا میں ظاہر ہوا۔ اور کوئی یعقوب کی شان لے کر دنیا میں ظاہر ہوا۔ اسی طرح کسی نے نوح ؑ کا جلوہ دکھایا۔ کسی نے موسےٰ ؑ کا جلوہ دکھایا۔ کسی نے صالح ؑ کا جلوہ دکھایا۔ کسی نے شعیب ؑ کا جلوہ دکھایا۔ کسی نے زکریا ؑ کا جلوہ دکھایا۔ اور کسی نے عیسےٰ کا جلوہ دکھایا۔ غرض ہر رنگ کے لوگ آپ کی جماعت میں ہوئے اور

ہر نبی کی شان کا جلوہ

دکھانے والے لوگ خدا تعالےٰ نے آپ کی امت میں پیدا کر دیئے۔ تو اللہ تعالےٰ نے اس دن جب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو مکہ میں بھیجا۔ تو درحقیقت یہ تیاری تھی رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی۔ خدا تعالےٰ نے انہیں کہا کہ تم ہمارا گھر تیار کرو۔ کیونکہ ہمارا محبوب اور ہمارا آخری شرعی رسول دنیا میں نازل ہونے والا ہے۔ تم آج سے ہی

ہمارے محبوب کی آمد کی تیاری میں مشغول ہو جاؤ

اور آج سے ہی ایسی اولاد پیدا کرو۔ جو میرے محبوب کو ابوبکر رضؓ دے۔ جو میرے محبوب کو عمر رضؓ دے۔ جو میرے محبوب کو عثمان رضؓ دے۔ جو میرے محبوب کو علی رضؓ دے۔ جو میرے محبوب کو طلحہ رضؓ زبیر رضؓ حمزہ اور عباس رضؓ دے۔ اور اسی طرح کے اور سینکڑوں صحابہ اس کے حضور بطور نذر پیش کرے۔ یہی مفہوم تھا اس حکم کا ورنہ ظاہری معنوں میں تو مکہ والوں نے حضرت اسمٰعیل ؑ کے بعد دین کا کوئی اچھا نمونہ نہیں دکھایا ہاں چونکہ اس پیشگوئی کا ظہور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ سے شروع ہونا تھا۔ اس لئے خدا تعالےٰ نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو مکہ میں لا کر رکھا۔ تاکہ وہ ایسی اولاد تیار کریں۔ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کی خدمت کرے۔ اور اپنے آپ کو

خدا تعالےٰ کے جلال کے اظہار کے لئے

وقف کر دے ؂

میں نے خطبہ کے شروع میں یہ ذکر کیا تھا۔ کہ یہ عید حج کے قریب رکھی گئی ہے۔ اس میں درحقیقت اس امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کا قرب جب کسی قوم کو نصیب ہو جائے۔ تو اس کا فرض ہے کہ وہ اپنی

اولاد کی قربانی

کرے۔ حج کیا ہے؟ خدا تعالےٰ کی رویت۔ اور اس کا دیدار۔ چنانچہ خواب میں اگر کوئی شخص اپنے متعلق دیکھے۔ کہ اس نے حج کیا ہے۔ تو اس کی تعبیر یہ ہوتی ہے۔ کہ اس کا مقصد پورا ہو جائے گا۔ اور انسان کی زندگی کا بڑا مقصد خدا تعالےٰ کی عبادت اور اس کا قرب حاصل کرنا ہوتا ہے۔ جیسے وہ فرماتا ہے: ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ کہ میں نے بنی نوع انسان کو اپنا مقرب بنانے کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور حج اس بات کی علامت ہے۔ کہ جس غرض کے لئے انسان کو پیدا کیا گیا تھا۔ وہ اس نے پوری کر لی۔ اور وہ غرض جیسا کہ میں بتا چکا ہوں لقاء الٰہی ہے۔

پس حج کے ساتھ عید الاضحیہ کی تقریب رکھ کر خدا تعالےٰ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کہ جب کسی قوم کو لقاء الٰہی نصیب ہو جائے۔ تو اس کا دوسرا کام یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنی اولاد کی قربانی کرے تاکہ

خدا تعالےٰ کا لقاء دُنیا سے مٹ نہ جائے

لقاء الٰہی ایک نہایت ہی قیمتی چیز ہے۔ اور دُنیا میں قیمتی چیزوں کے متعلق یہ دستور ہے۔ کہ ان کی حفاظت کا زیادہ اہتمام کیا جاتا ہے۔ چنانچہ دیکھ لو۔ جب تمہارے پاس کوئی اچھی چیز ہوتی ہے۔ تو تم اس کے متعلق کیا کرتے ہو۔ تم یہی کرتے ہو۔ کہ اس کو حفاظت سے رکھنے کے لئے برتن تیار کرتے ہو۔ جن لوگوں کے گھر گائے یا بھینس ہوتی ہے۔ اُن کے متعلق بالعموم یہ دیکھا جاتا ہے۔ کہ جب بھینس بچہ جننے والی ہو۔ تو وہ بچہ جننے سے پہلے ہی برتن تیار کرنے شروع کر دیتے ہیں۔ کوئی برتن دودھ دوہنے کے لئے تیار کرتے ہیں۔ کوئی دودھ گرم کرنے کے لئے تیار کرتے ہیں۔ کوئی دودھ جمانے کے لئے تیار کرتے ہیں۔ کوئی لسّی بنانے کے لئے تیار کرتے ہیں۔ اور کوئی مکھن اور گھی رکھنے کے لئے تیار کرتے ہیں۔ تاکہ گائے یا بھینس جب دودھ دے تو اسوقت دقّت پیش نہ آئے۔ اسی طرح اگر کسی کو لقاء الٰہی میسر آتا ہے تو اس کا بھی فرض ہوتا ہے۔ کہ وہ لقاء الٰہی کو محفوظ رکھنے کے لئے برتن تیار کرے۔ اور لقاء الٰہی کو محفوظ رکھنے کا ذریعہ اولاد کی قربانی ہے۔ جب کوئی شخص اللہ تعالےٰ کے دین کے لئے اپنی اولاد کی قربانی کرتا ہے۔ تو وہ

عرفان کا دُودھ

اپنی ایک نسل کے لئے محفوظ کر دیتا ہے اور جب اُس نسل کو عرفان ملتا ہے اور وہ بھی اپنی اولاد کی قربانی کرتی ہے تو عرفان کا دُودھ اگلی نسل میں منتقل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جب تک لوگ اپنی اولاد کی قربانی کرتے چلے جاتے ہیں اللہ تعالےٰ کا عرفان اُن کے دلوں میں محفوظ رہتا ہے۔

پس اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعہ ہمیں یہ نسخہ بتایا ہے۔ کہ جب تمہیں خدا ملے۔ اور اس کا قرب حاصل ہو جائے۔ تو اس رحمت اور برکت کو آئندہ نسلوں کے لئے محفوظ کرنے کا ایک ہی ذریعہ ہوتا ہے اور وہ یہ کہ تم اللہ تعالےٰ کے لئے اپنی

اولادوں کو قربان کردو

تب اس کی رحمت کا دُودھ بعد کی نسل کے لئے محفوظ ہو جاتا ہے اور اگر اللہ تعالےٰ اس اولاد کو عقل دیتا ہے۔ اور وہ بھی اپنی اولاد کی قربانی پیش کر دیتی ہے۔ تو اس سے اگلی نسل میں بھی یہ

رحمت اور فضل کا دُودھ

محفوظ ہو جاتا ہے۔

غرض جب تک نسلیں اپنی اولاد کی قربانی کرتی رہیں گی۔ دین۔ اور عرفان ان میں محفوظ رہے گا۔

یہ اولاد کی قربانی دو طرح ہوتی ہے۔ ظاہری رنگ میں تو اس طرح کہ اپنی

اولاد کی اعلےٰ تربیت

کی جائے۔ ان میں دین کی محبت۔ اور اس سے رغبت پیدا کی جائے۔ اور انہیں علم دین سے واقف کیا جائے۔ مگر اس کے علاوہ اولاد کی ایک خاص قربانی بھی ہوتی ہے۔ اور وہ یہ کہ انسان اپنی اولاد کو اللہ تعالےٰ کے

دین کی خدمت کے لئے وقف

کر دے۔ تاکہ جب تک وہ زندہ رہے اسلام کی خدمت کرتی رہے۔ قربانی کے یہ دونوں رنگ اللہ تعالےٰ کے فضل سے ہماری جماعت میں پائے جاتے ہیں۔ اور اس وقت ایک ہماری جماعت ہی ایسی ہے۔ جس میں خدا تعالےٰ نے وقف زندگی کے سامان کئے ہوئے ہیں۔ اور ایک ہماری جماعت ہی ایسی ہے جسے اولاد کی اعلےٰ تربیت کے سامان میسّر ہیں۔ مگر کتنے ہیں۔ جو ان سامانوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں؟

عید کے موقعہ پر خوشی منانے کے لئے تو بعض لوگ سب سے آگے آ جاتے ہیں۔ لیکن اگر وہ ابراہیمؑ کی طرح خدا تعالےٰ کے دین کے لئے اپنی اولاد کی قربانی نہیں کرتے۔ اور اسے اسلام کی خدمت کے لئے وقف نہیں کر دیتے۔ تو ان کا کیا حق ہے کہ وہ اس خوشی میں شامل ہوں جبکہ وہ وہ کام نہیں کرتے۔ جو ابراہیمؑ نے کیا تھا۔ ابراہیمؑ کی خوشی میں شامل ہونے کا اسی کو حق ہے۔ جو ابراہیمؑ جیسی قربانی بھی کرتا ہے۔ بے شک یہ خوشی منانے کا ابوبکرؓ کو حق حاصل تھا۔ جس نے خدا کے لئے ہر قسم کی قربانی میں حصہ لیا۔ بے شک یہ خوشی منانے کا عمرؓ۔ عثمانؓ۔ اور علیؓ کو حق تھا۔ جنہوں نے ہر قسم کی قربانی میں حصہ لیا۔ اور بے شک یہ خوشی منانے کا طلحہؓ۔ زبیرؓ۔ عبدالرحمٰنؓ بن عوف۔ حمزہؓ۔ عباسؓ۔ اور عثمان بن مظعونؓ کو حق حاصل تھا۔ جنہوں نے اپنی جانوں۔ اپنے مالوں اپنی اولادوں۔ اپنے رشتہ داروں اور اپنی عزیز سے عزیز چیزوں کو خدا کے لئے قربان کر دیا۔ مگر دوسروں کا کیا حق ہے۔ کہ وہ اس خوشی میں شریک ہوں۔

ایک لطیفہ

مشہور ہے۔ کہتے ہیں۔ نظام الدین صاحب اولیاء (جن کی طرف خواجہ حسن نظامی صاحب بھی اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں) ایک دفعہ اپنے مریدوں کے ساتھ بازار میں سے گزر رہے تھے۔ کہ انہیں ایک خوبصورت لڑکا نظر آیا جسے آگے بڑھ کر انہوں نے چوم لیا۔ یہ دیکھ کر ان کے تمام مرید ایک ایک کر کے آگے بڑھے۔ اور انہوں نے اس بچے کو چومنا شروع کر دیا۔ مگر اُن کے ایک مرید جو بعد میں ان کے خلیفہ بھی ہوئے خاموش کھڑے رہے۔ اور انہوں نے اس بچے کو نہ چوما۔ یہ دیکھ کر باقی سب نے آپس میں چہ میگوئیاں شروع کر دیں۔ اور کہا۔ کہ پیر صاحب نے اس بچہ کو چُوما۔ مگر اس نے نہیں چوما۔ معلوم ہوتا ہے۔ اس کے اخلاص میں کوئی نقص ہے۔ حالانکہ اسے چاہیئے تھا۔ یہ پیر صاحب کی نقل کرتا۔ اور جس طرح پیر صاحب نے اسے چوما تھا۔ اسی طرح یہ بھی چومتا۔ اس نے ان باتوں کو سُنا۔ مگر کوئی جواب نہ دیا۔ اور

حضرت نظام الدین صاحب اولیاءؒ

پھر آگے چل پڑے۔ چلتے چلتے انہوں نے ایک بھٹیاری کو دیکھا۔ کہ وہ دانے بھُون رہی ہے۔ اور بھٹی میں سے آگ کے شعلے نکل رہے ہیں۔ حضرت نظام الدین صاحب اولیاء آگے بڑھے۔ اور انہوں نے آگ کے ان

شعلوں کو چوم لیا

یہ دیکھ کر اور تو کسی مرید نے آگے بڑھنے کی ہمت نہ کی۔ مگر وہی مرید جس نے بچہ کو نہیں چوما تھا۔ آگے بڑھا اور اس نے بھی شعلے کو چوم لیا پھر اس نے باقیوں سے کہا کہ اب شعلے کو کیوں نہیں چومتے؟ ہمت ہے تو آگے بڑھو اور اسے چومو۔ مگر سب پیچھے ہٹ گئے۔ اور کسی نے ان شعلوں کو چومنے کی جرأت نہ کی۔ ان کو تو خدا نے محفوظ رکھا۔ اور باوجود شعلوں کو بوسہ دینے کے نہ ان کے سر کے بال جلے۔ اور نہ داڑھی کا کوئی بال جلا۔ لیکن اگر دوسرے بھی چومتے تو انہیں خطرہ تھا۔ کہ ان کے سر اور داڑھی کے بال جل جائیں گے۔ اور وہ ٹنڈ منڈ ہو کر گھر پہونچیں گے۔ غرض جب کوئی بھی آگے نہ بڑھا۔ تو وہ مرید جس نے شعلوں کو چوما تھا۔ کہنے لگا۔ میں نے تمہارے اعتراض کو سن لیا تھا مگر بات یہ ہے کہ تم حقیقت تک نہیں پہونچے تھے۔ تم نے سمجھا کہ پیر صاحب نے اس لڑکے کو چوما ہے۔ حالانکہ پیر صاحب نے اس لڑکے کو نہیں چوما۔ اس کے اندر انہیں کوئی روحانی قابلیت نظر آئی ہوگی۔ جس نے کسی

آئندہ زمانہ میں

ظاہر ہونا ہوگا۔ اور اسی وجہ سے انہوں نے اسے چوما۔ مگر مجھے اس میں وہ الٰہی جلوہ نظر نہ آیا۔ اس لئے میں نے پیر صاحب کی نقل نہ کی۔ اور اس لڑکے کو نہ چوما۔ پھر انہیں وہی جلوہ آگ میں نظر آیا۔ اور مجھے بھی اس

آگ میں خدا تعالےٰ کا جلوہ

نظر آگیا۔ پس انہوں نے بھی آگ کو چوما۔ اور میں نے بھی آگ کو چوما۔ لیکن میرا چومنا ایک حقیقت پر مبنی ہے۔ اور تم نے جو اس بچہ کو چوما تو یہ محض ایک نقل تھی ؛

تو درحقیقت خوشی میں شامل ہونا اسی کو نصیب ہوتا ہے۔ جو آگ کے شعلوں کو چومنے کے تیار ہوتا ہے۔ اور اسی کا حق ہے۔ کہ وہ عید منائے۔ کیونکہ جب تک کوئی شخص آگ کے شعلوں میں سے نہیں گزرتا۔ اس وقت تک وہ

حقیقی خوشی

بھی نہیں دیکھ سکتا۔

پس ابراہیمؑ کی طرح جس نے اپنے بیٹے کی قربانی کر دی۔ خواہ تعلیم و تربیت کے رنگ میں اور خواہ وقف زندگی کی صورت میں اسے حق ہے۔ کہ وہ عید کی خوشی میں شریک ہو۔ اور اگر وہ اپنی اولاد کو خدمت دین کے لئے وقف نہیں کرتا۔ اور نہ ان کی اس رنگ میں تربیت کرتا ہے۔ جس رنگ میں اسلام اس سے مطالبہ کرتا ہے۔ تو یقیناً اس کا اس

عید میں شامل ہونے کا کوئی حق نہیں

قرآن کریم میں آتا ہے۔ کہ منافق لوگوں کو جب جہاد پر جانے کے لئے کہا جاتا ہے۔ تو وہ بہانے بنا بنا کر پیچھے بیٹھے رہتے ہیں۔ مگر مسلمان جب فتح پا کر اور مال غنیمت سے کر بکریوں اور اونٹوں کے گلے ہانکتے ہوئے واپس آتے ہیں۔ تو وہ منافق بھی دوڑ کر ان کے پاس پہونچتے ہیں اور کہتے ہیں ہم بھی تمہارے ساتھ ہیں۔ ہمیں بھی مال غنیمت میں سے حصہ دو۔ اور ہمیں بھی ان گلوں اور ریوڑوں کی تقسیم میں شریک کرو۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے جب اس قسم کے منافق تمہارے پاس پہونچیں۔ تو تم انہیں دھتکار دو۔ اور کہو کہ دور ہو جاؤ ہماری نظروں سے تم جب جہاد میں شامل نہیں ہوئے تو تمہارا کیا حق ہے۔ کہ تم مال غنیمت میں شامل ہو۔ اسی طرح جس نے

ابراہیمؑ کے جہاد میں شمولیت

کی۔ اس کا حق ہے کہ وہ عید منائے۔ مگر جس نے ابراہیم کے جہاد میں شمولیت نہیں کی۔ جس نے ابراہیم کی طرح اپنی اولاد کو خدا تعالےٰ کے دین کی خدمت کے لئے وقف نہیں کیا۔ اور اس خوشی میں شریک ہونے کے لئے آگیا ہے وہ منافق ہے۔ اور جس وقت وہ ابراہیم کی خوشی میں شریک ہوتا ہے۔ آسمان کے فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں اور کہتے ہیں اے منافقو دور ہو جاؤ ہماری نظروں سے۔ تمہارا کوئی حق نہیں کہ تم اس خوشی میں شریک ہو۔ تم نے وہ جہاد تو نہ کیا جو ابراہیم نے کیا تھا۔ مگر تم بوٹیاں کھانے کے لئے آگئے پس تمہاری عید کوئی عید نہیں۔ عید اسی کی ہے جو ابراہیمؑ کے نمونہ کو اپنے سامنے رکھتا۔ اور اپنی اولاد کو خدا تعالےٰ کے دین کے لئے قربان کرتا ہے۔ اے

دوستو اس سبق کو یاد رکھو

جو اس عید سے حاصل ہوتا ہے۔ اور اپنے اندر سے نفاق کو دور کرو۔ اور ابراہیمؑ کی طرح اپنے بیٹوں کی قربانی کرو۔ تا کہ تمہیں بھی حقیقی عید کا دن دیکھنا نصیب ہو۔ ورنہ وہ شخص جو خوشی میں تو شامل ہو جاتا۔ مگر تکلیف میں شامل نہیں ہوتا۔ وہ منافق ہوتا ہے۔ خدا اس نفاق سے ہر شخص کو اپنی پناہ میں رکھے ؛

چندہ خاص کے متعلق ضروری اعلان

قابل توجہ احباب و عہدہ داران جماعت اور نمائندگان مجلس مشاورت

صدر انجمن احمدیہ کا مالی بار ہلکا کرنے کے لئے مجلس مشاورت ۱۹۳۸ء میں فیصلہ ہوا تھا۔ کہ ایک لاکھ روپیہ چندہ خاص تین سالوں میں وصول کیا جائے۔ یعنی ۳۹-۱۹۳۸ء میں ۱۵ ہزار ۴۰-۱۹۳۹ء میں ۳۵ ہزار اور ۴۱-۱۹۴۰ء میں پچاس ہزار۔ گزشتہ دو سالوں کی وصولی تو احباب اور جماعتوں کی طرف سے خاطر خواہ طور پر نہ ہوسکی۔ جس کی وجہ زیادہ تر یہی سمجھی جا سکتی ہے۔ کہ نہ تو اس چندہ کی اہمیت کو احباب نے خود سمجھا۔ اور نہ عہدہ داران جماعت نے سمجھانے کی کوشش کی۔ گو گزشتہ سالوں میں یہ عذر بھی پیش کیا جاتا رہا ہے۔ کہ جماعت جوبلی فنڈ کی ادائیگی میں مصروف ہے۔ اس لئے اس چندہ کی ادائیگی پوری طرح نہیں ہوسکی۔ لیکن اب تو یہ عذر بھی نہیں رہا۔ کیونکہ جماعت کا بیشتر حصہ جوبلی فنڈ کے چندہ کی ادائیگی سے سبکدوش ہو چکا ہے۔ اس لئے احباب اور عہدہ داران جماعت کو توجہ دلائی جاتی ہے۔ کہ وہ آئندہ چندہ خاص کی ادائیگی اور فراہمی پوری توجہ اور تندہی سے فرمائیں۔ چونکہ اس چندہ کے متعلق مجلس مشاورت کا فیصلہ ہے۔ اس لئے احباب اور عہدہ داران جماعت نیز نمائندگان مجلس مشاورت کا فرض ہے۔ کہ وہ مجلس مشاورت کے فیصلہ کا احترام کرتے ہوئے اس چندہ کی مطلوبہ رقم کو ہر ممکن طریق سے پورا کرنے کی کوشش فرمائیں۔ جیسا کہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں۔ سال ۴۱-۱۹۴۰ء کے چندہ خاص کا مطالبہ ۵۰ ہزار روپے کا ہے۔ جس کی شرح ایک ماہ کی آمد پر ۲۵ فی صدی بنتی ہے۔ اس لئے اس شرح سے ہر ایک شخص سے یہ چندہ وصول کیا جائے۔ یکمشت یا بذریعہ اقساط ہو اور ... تک تمام چندہ احباب سے وصول ہو کر داخل خزانہ ہو جانا چاہیئے۔ تا انجمن اس بار سے دوران سال میں ایک معتدبہ حد تک سبکدوش ہو سکے۔

چونکہ جب تک اس چندہ کی وصولی سب سے خاص اہتمام کے ساتھ نہ کی جائیگی۔ مطلوبہ رقم کا پورا ہونا محال ہے۔ اس لئے فارم مطبوعہ علیحدہ تحریک کے ساتھ ارسال خدمت کئے جا رہے ہیں۔ براہ مہربانی ان کو پُر کر کے اس کی ایک پرت اپنے پاس رکھ لیں۔ اور دوسری پرت آخر مئی ۱۹۴۰ء تک دفتر ہذا میں بھجوا دیں۔ تا مرکز میں بھی ہر شخص کا علیحدہ کھاتہ کھولا جا سکے۔ اور چندہ خاص کی جو رقم بھیجی جائے۔ اس کی تفصیل اسم وار بھی ساتھ بھیجی جایا کرے۔ تا مرکزی کھاتہ میں نام بنام اندراج ہوتا رہے زمینداروں سے بھی اس چندہ کی وصولی حتی الوسع تمام کی تمام فصل ربیع پر ہی ہونی چاہیئے۔ اگر کوئی صاحب فصل ربیع پر تمام رقم چندہ خاص کی ادا نہ کر سکیں۔ تو بقیہ رقم فصل خریف پر وصول کر لی جائے۔ پس میں امید کرتا ہوں۔ کہ احباب و عہدہ داران جماعت

حضرت مسیح علیہ السلام کی بے باپ پیدائش کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ناطق فیصلہ

مولوی محمد علی صاحب کے عذرات کا جواب

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فیصلہ کی شان

احادیث نبویہ میں مسیح موعودؑ کو حکم عدل قرار دیا گیا ہے۔ یعنی امت کا فرض ہے۔ کہ اس کے ہر فیصلہ اور حکم کو تسلیم کرے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جماعت احمدیہ کو تعلیم دیتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:۔

واذا تنازعتم فردوہ الی الامام
واذا قضی تضیتکم فارضوا بہا
واقطعوا الخصام وان لم ترضوا
فانتم تؤمنون بالالسن لا بالجنان

(مواہب الرحمٰن صفحہ ۹۵)

کہ جب کسی مسئلہ میں تم میں جھگڑا پیدا ہو جائے۔ تو اسے امام کی طرف لوٹاؤ۔ اور جب وہ تمہارے نزاع کا فیصلہ کر دے۔ تو اسے مان لو۔ اور جھگڑے کو ختم کر دو۔ لیکن اگر تم پھر بھی راضی نہ ہو۔ تو تم صرف زبان سے ایمان لانے کا دعوےٰ کرتے ہو۔ دل سے نہیں مانتے

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ ارشاد نہایت واضح ہے۔ ہر احمدی کا فرض ہے۔ کہ باہمی اختلافات کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریر کے مطابق فیصلہ کرے۔ اور اسے بسر و چشم قبول کرے۔ جناب مولوی محمد علی صاحب نے حال ہی میں اعلان کیا ہے کہ:۔ "ہم حضرت کی ہر ایک تحریر کو سر آنکھوں پر رکھتے ہیں"

(پیغام ۳۰ اپریل ۱۹۴۰ء)

حضرت مسیح کی بن باپ پیدائش اور مولوی محمد علی صاحب

جناب مولوی صاحب کے اس تازہ اعلان کی بنا پر الفضل نے مولوی صاحب سے مطالبہ کیا۔ کہ دیگر مسائل میں تو آپ تاویلات کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی بن باپ پیدائش کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا صریح فیصلہ آپ کیوں قبول نہیں کرتے اس معقول مطالبہ کے جواب میں مولوی صاحب نے اول تو جماعت احمدیہ قادیان کو "شکست خوردہ لوگ" اور "چھوٹے چھوٹے اور حقیر معاملات میں پھنسنے والے" قرار دے کر فرمایا ہے کہ:۔ "پیدائش مسیح کا مسئلہ فروعی حیثیت رکھتا ہے" اور پھر لکھتے ہیں:۔ "قرآن کریم کے حقائق و معارف اور عجائبات کا کوئی شمار نہیں۔ یہ تاقیامت ختم نہ ہوں گے ایک شخص ایک مفہوم لیتا ہے۔ اور اس طرح قرآن کریم کی عظمت کو ظاہر کرتا ہے۔ اور دوسرا دوسرے مفہوم کو لیتا ہے۔ اور اس کے مطابق قرآن ہی کی عظمت کو ظاہر کرتا ہے۔ دونوں کا مقصد قرآن کریم کی عظمت کا اظہار ہوتا ہے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی بن باپ یا باباپ پیدائش کا مسئلہ بھی مفہوم کے اسی قسم کے اختلاف سے تعلق رکھتا ہے۔ بے شک حضرت صاحب نے حضرت مسیح کی پیدائش کو بن باپ لکھا ہے ہم بھی اس بات کے قائل ہیں۔ کہ خدا کسی انسان کو بن باپ پیدا کرنے پر قادر ہے۔ لیکن ایک شخص محض قرآن کی عظمت کے اظہار کے لئے کہتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں ایک قاعدہ مقرر فرمایا ہے۔ انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج۔ ہم نے انسان کو ملے ہوئے نطفہ سے پیدا کیا۔ وہ کہتا ہے۔ اس قاعدہ کو توڑنے کے لئے قرآن کریم میں کوئی شہادت موجود نہیں۔ اس لئے حضرت عیسےٰ باباپ پیدا ہوئے ہیں۔ اس کے مد نظر بھی یقیناً قرآن کریم کی عظمت ہے۔ ایسا کہنے والا میں ہوں یا زید یا بکر"

(پیغام صفحہ ۳۰ اپریل ۱۹۴۰ء)

مولوی صاحب کا اختلاف

حیرت ہے کہ مولوی صاحب ایک طرف تو پیدائش مسیح کے مسئلہ کو "حقیر معاملہ" اور فروعی مسئلہ قرار دیتے ہیں۔ اور دوسری طرف اس پر قرآن کریم کی عظمت کی بنیاد رکھتے ہیں۔ اگر مسیح کی بن باپ یا باباپ پیدائش سے قرآن کریم کی عظمت کے اظہار کا تعلق ہے۔ تو اسے اس طرح "چھوٹی بات" کہہ کر کیوں کر نظر انداز کیا جا سکتا ہے اور اسے "فروعی مسئلہ" بنا کر اس پر بحث سے کیونکر پہلو تہی کی جا سکتی ہے؟ مگر میں کہتا ہوں۔ کہ پیدائش مسیح کے مسئلہ کو اگر "حقیر معاملہ" بھی مان لیا جائے۔ تب بھی جناب مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء موردِ اعتراض ہیں۔ کیونکہ وہ کہتے تو یہ ہیں کہ "ہم حضرت صاحب کی ہر ایک تحریر کو سر آنکھوں پر رکھتے ہیں" مگر عمل ان کا یہ ہے۔ کہ بقول خود ایک "حقیر سے معاملہ" میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کھلے ارشاد کو ماننے کے لئے تیار نہیں۔ ظاہر ہے کہ جو شخص ایسے امور میں جنہیں وہ خود حقیر اور فروعی سمجھتا ہے حَکَم و عدل کی اطاعت نہیں کرتا۔ بلکہ اپنے خیال پر اصرار اور ضد کرتا ہے۔ وہ یہ دعویٰ کرنے میں کب حق بجانب ہو سکتا ہے کہ میں ہر بات میں اطاعت کرتا ہوں۔ اور ان کی ہر تحریر کو سر آنکھوں پر رکھتا ہوں۔ اس جگہ یہ سوال نہیں۔ کہ یہ مسئلہ فروعی ہے یا اصولی۔ بلکہ سوال صرف یہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریر کا مفہوم سمجھ لینے کے بعد ایک سچے احمدی کا مسلک کیا ہونا چاہیئے؟ نبوت وغیرہ کے مسائل میں تو فریقین اپنے اپنے مفہوم کو درست کہتے ہیں۔ مگر پیدائش مسیحؑ کا مسئلہ تو ایسا واضح ہے۔ کہ خود جناب مولوی صاحب کو بھی اعتراف ہے کہ:۔ "بے شک حضرت صاحب نے حضرت مسیحؑ کی پیدائش کو بن باپ لکھا ہے"

اب صاحب انصاف غیر مبایعین غور فرمائیں کہ اس اقرار کے باوجود اس بات کا انکار کرنا خواہ اس انکار کی کوئی وجہ بیان کی جائے کیا حکم و عدل کے فیصلہ سے سرتابی نہیں؟ کیا اس صورت میں انکار کرنے والے پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ (وان لم ترضوا فانتم تؤمنون بالالسن لا بالجنان) صادق نہ آئیں گے۔ پس اگرچہ یہ درست نہیں کہ پیدائش مسیح کا مسئلہ ایک حقیر اور فروعی مسئلہ ہے۔ لیکن اگر اسے ایسا ہی مان لیا جائے۔ تب بھی جناب مولوی صاحب اور ان کے ساتھی اپنے رویہ میں حق بجانب نہیں۔

قرآنی حقائق متناقض نہیں

مولوی صاحب نے قرآنی حقائق و معارف

کے لاانتہا ہونے کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اپنے اختلاف کے لئے بطور وجہ جواز پیش کیا ہے۔ مگر یہ بھی درست نہیں۔ کیونکہ یہ تو سچ ہے کہ قرآن مجید کے حقائق و معارف بے حد ہیں۔ وہ کبھی ختم نہ ہونگے مگر یہ ہرگز درست نہیں۔ کہ قرآن مجید کے حقائق متضاد اور متناقض ہیں۔ اور اس تضاد اور تناقض سے قرآن مجید کی عظمت کا اظہار ہوتا ہے۔ تعجب ہے۔ کہ قرآن مجید تو اختلاف کے بیان کے موجود ہونے کو کتاب کے غیر الہامی ہونے پر دلیل قرار دیتا ہے۔ مگر مولوی محمد علی صاحب اسے قرآن کی عظمت کے اظہار کا ذریعہ بتاتے ہیں۔ ہر شخص ادنیٰ تدبر سے سمجھ سکتا ہے۔ کہ بطور واقع و حقیقت قرآن مجید نے یا تو حضرت مسیح کو بن باپ قرار دیا ہوگا یا ان کی پیدائش کو با باپ بتایا ہوگا۔ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کہ ایک ہی قرآن مجید میں حضرت مسیح عم کو بن باپ بھی قرار دیا گیا ہو اور با باپ بھی یہ تو کھلا کھلا تناقض ہے۔ ایسا تناقض تو سمجھدار انسان کے کلام میں بھی نہیں ہو سکتا۔ چہ جائیکہ خدا ئے بزرگ و برتر کے کلام میں ہو۔ اگر (نعوذ باللہ) ایسا ہوتا تو اس سے قرآن مجید کی عظمت کی بجائے اس کا نقص اور خرابی ظاہر ہوتی۔ پس یہ کہنا ہرگز درست نہیں کہ حضرت مسیح کو از روئے قرآن کریم بن باپ کہنے والے اور از روئے قرآن کریم با باپ کہنے والے۔ دونو کا مقصد قرآن کریم کی عظمت کا اظہار ہوتا ہے۔ لہٰذا قرآنی حقائق کی لامحدودیت بھی جناب مولوی صاحب کے نظریہ کی ہرگز ہرگز تائید نہیں کرتی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ کہنا کہ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح بے باپ پیدا ہوئے تھے اور مولوی محمد علی صاحب یا زید و بکر کا یہ کہنا کہ قرآن مجید سے ثابت نہیں کہ حضرت مسیح عم بے باپ پیدا ہوئے تھے دونو درست نہیں ہو سکتے۔ پہلا قول اگر درست ہے تو اس سے دوسرے قول کی تردید و تغلیط ہوتی ہے اور اگر دوسرا قول اپنی جگہ حقیقت ہے تو پہلا قول خلاف واقع اور غلط ہے۔ اس اختلاف حقیقت کو کوئی معقول پسند انسان محض آیت کے دو مفہوم قرار نہیں دے سکتا۔

آیت قرآنی کے سمجھنے میں لغزش

جناب مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ "ہم بھی اس بات کے قائل ہیں کہ خدا کسی انسان کو بن باپ پیدا کرنے پر قادر ہے"۔ حالانکہ یہ سوال ہی نہیں۔ سوال صرف یہ ہے۔ کہ حضرت صاحب نے حضرت مسیح کی پیدائش کو بن باپ پیدا کیا یا نہیں؟ جناب مولوی صاحب کہتے ہیں۔ "آیت انا خلقنا الانسان من نطفة امشاج میں مقررہ قاعدہ" اس بات کی نفی کرتا ہے کہ حضرت مسیح بن باپ پیدا ہوئے ہوں۔ میرے نزدیک مولوی صاحب کا اس موقعہ پر اس آیت کو پیش کرنا درست نہیں۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فیصلہ کے سامنے ایک قسم کی گستاخی ہے اور ساتھ ہی علمی لغزش بھی۔ کیونکہ اس جگہ حضرت مسیح عم کی شخصیت کا سوال ہے اور مولوی صاحب نے اس آیت کا ذکر کیا ہے جس میں قضیہ مہملہ ہے جو جزئیہ کے حکم میں ہوتا ہے۔ اگر آیت کے اس لفظ حصہ سے مولوی صاحب کے نزدیک نوع انسانی کے ہر فرد کا مرد و عورت کے نطفہ سے پیدا ہونا لازم آتا ہے تو آیت کے دوسرے حصہ نبتلیہ سمیعاً بصیراً کے مطابق انہیں یہ بھی ماننا پڑے گا۔ کہ نوع انسانی کا کوئی فرد بہرا یا اندھا نہیں ہوتا۔ بلکہ ہر فرد ضرور ہی سمیع و بصیر ہے۔ پھر یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی گستاخی اس لئے ہے کہ ایک طرف تو مولوی صاحب کہتے ہیں کہ "بے شک حضرت صاحب نے حضرت مسیح کی پیدائش کو بن باپ لکھا ہے"۔ اور دوسری طرف قرآن مجید کی آیت اس کی تردید میں پیش کرتے ہیں۔ اور اس طرح یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن کریم کے خلاف لکھا

حضرت مسیح کی بے باپ پیدائش کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کے واضح ترین حوالجات

اب میں ذیل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چند صریح حوالجات درج کرتا ہوں۔ حضور مسیح کی بن باپ پیدائش کو اپنے عقائد میں سے قرار دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں

(۱) وکون عیسیٰ من غیر اب و بلا ولد دلیل علیٰ ما مرّ بالدلالة القاطعة واشارة الی قطع تلک السلسلة الاسرائیلیة فلا یجیٔ نبی من الیهود لا قدیم ولا حدیث فی دور النبوة المحمدیة" (مواہب الرحمن ص۷۰)

ترجمہ: حضرت مسیح کا بغیر باپ کے پیدا ہونا اور بے اولاد رہنا قطعی طور پر گزشتہ بیان کی دلیل ہے اور سلسلہ اسرائیلی کے منقطع ہونے کی طرف اشارہ ہے پس اب نبوت محمدیہ کے دور میں یہود میں سے نہ نیا نبی آئے گا نہ پرانا۔

(۲) وعجبت کل العجب من الذین لا یفکرون فی هذه الآیات التی هی للنبوة نبینا کالعلامات ویقولون ان عیسیٰ تولد من نطفة یوسف ابیه ولا یفهمون الحقیقة من الجهلات (مواہب الرحمن ص۷۲)

ترجمہ:۔ مجھے ان لوگوں پر بہت تعجب ہے جو ان آیات پر غور نہیں کرتے جو کہ ہمارے نبی کی نبوت کے لئے بطور دلیل ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت مسیح اپنے باپ یوسف کے نطفہ سے پیدا ہوئے تھے۔ وہ اپنی جہالتوں کے باعث حقیقت کو نہیں سمجھتے۔

(۳) حضرت عیسیٰ ؑ کے لئے خدا نے جو یہ پسند کیا کہ کوئی اسرائیلی حضرت مسیح کا باپ نہ تھا۔ اس میں یہ بھید تھا۔ کہ خدا تعالیٰ بنی اسرائیل کی کثرت گناہوں کی وجہ سے ان پر سخت ناراض تھا۔ پس اس لئے تنبیہ کے طور پر ان کو یہ نشان دکھلایا کہ ان میں سے ایک بچہ صرف ماں سے بغیر شراکت باپ کے پیدا کیا"۔ (لیکچر سیالکوٹ ص۱۲)

(۴) "ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ کا کوئی اسرائیلی باپ نہیں ہے۔ پھر وہ بنی اسرائیل میں سے کیونکر ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا اس کا وجود اسرائیلی سلسلہ کے دائمی نبوت کی نفی کرتا ہے"۔ (نسیم دعوت ص۷۵)

(۵) "ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بعض عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ خصوصیت پیش کی تھی کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں تو فی الفور اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف کی اس آیت میں جواب دیا۔ ان مثل عیسیٰ عند اللّٰہ کمثل آدم خلقه من تراب ثم قال له کن فیکون۔ یعنی عیسیٰ کی مثال آدم کی مثال ہے خدا نے اس کو مٹی سے پیدا کیا۔ اور پھر اس کو کہا کہ ہو جا سو وہ ہو گیا۔ ایسا ہی عیسیٰ بن مریم مریم کے خون سے اور مریم کی منی سے پیدا ہوا۔ (اس فقرہ سے مولوی محمد علی صاحب کی امشاج والی مشکل بھی حل ہو جاتی ہے۔ ناقل) اور پھر خدا نے کہا ہو جا سو ہو گیا۔ پس اتنی بات میں کونسی خدائی اور کونسی خصوصیت اس میں پیدا ہو گئی"۔ (نصرت الحق ص۳۸-۳۹)

(۶) ان المراد من العلم تولده من غیر اب علیٰ الطریق المعجزة کما تقدم ذکره فی الصحف السابقة ولا ینکره احد من اهل العلم والفطنة" (الاستفتاء ص۴۹)

ترجمہ:۔ آیت قرآنی وانه لعلم للساعة میں علم سے مراد حضرت مسیح کا معجزہ کے طریق پر بن باپ پیدا ہونا ہے۔ جیسا کہ پہلے صحیفوں میں پیشگوئی

بھی تھی۔ اس معنی کا اہل علم اور زیرک انسانوں میں سے کوئی انکار نہیں کرے گا۔"

ان چند حوالجات سے روز روشن کی طرح ثابت ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مسیحؑ کی بن باپ پیدائش کو اپنے عقائد میں داخل فرمایا۔ اسے ایک حقیقت ثابتہ قرار دیا اور اس کے انکار کرنے والوں کو جاہل کہا ہے۔ حضرت مسیح کی بن باپ پیدائش کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی دلیل کے طور پر ذکر فرمایا ہے۔ پھر اس عقیدہ کو قرآن مجید کی آیات سے ثابت کیا ہے۔ اور اس کے انکار کو علم و فطنت کے خلاف قرار دیا ہے۔

اگر ان تمام کھلے بیانات کے باوجود مولوی محمد علی صاحب پیدائش مسیح کے مسئلہ کو "حقیر معاملہ" کہہ کر ٹالنا چاہیں اور بزعم خود "حقیر معاملہ" میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فیصلہ کو نہ مانیں۔ تو ان کا معاملہ اللہ تعالے سے ہے۔ ہماری تو اب بھی یہی درخواست ہے۔ کہ مولوی صاحب اور ان کے ساتھی خدارا سوچیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کھلی کھلی تحریرات کے واضح انکار کے باوجود ان کا یہ دعویٰ کیونکر درست ہو سکتا ہے۔ کہ:-

"ہم حضرت صاحب کی ہر ایک تحریر کو سر آنکھوں پر رکھتے ہیں"؟

خاکسار،

ابو العطاء جالندھری

پنجاب میں شراب

محکمہ آبکاری کے نظم و نسق کی شائع کردہ رپورٹ بابت ۳۹-۱۹۳۸ء مظہر ہے کہ پنجاب میں شراب کا استعمال تدریجاً کم ہو رہا ہے۔ ۳۷-۱۹۳۶ء میں دیسی شراب کی کھپت ۴۱۵۸۷۶ گیلن تھی۔ لیکن محصولات آبکاری میں بعض تبدیلیوں کے نتیجہ میں سال ۳۸-۱۹۳۷ء میں ۴۰۴۹۸ گیلن رہ گئی۔ صوبجاتی خود مختاری کے نفاذ سے قبل پنجاب کے بڑے بڑے شہروں کے ہوٹلوں میں کھلم کھلا شراب مہیا کی جاتی تھی۔ اگرچہ یہ بات خلاف قانون تھی۔ مگر فرض کیا جاتا تھا۔ کہ خریدار شراب اپنے ساتھ لاتے اور وہاں بیٹھ کر استعمال کرتے ہیں۔ یا کسی ملازم کے ذریعہ کسی باقاعدہ لائسنس یافتہ دوکان سے منگا لیتے ہیں۔ لیکن درحقیقت ہوٹلوں والے خود اسے ناجائز طور پر فروخت کرتے تھے۔ اس طریق کا ایک برا نتیجہ یہ تھا۔ کہ طلباء میں آوارگی پیدا ہو رہی تھی۔ اور شراب نوشی بڑھ رہی تھی۔ کیونکہ انہیں کسی شراب کی دوکان پر نہیں جانا پڑتا تھا۔ اور مہیا بھی ہو جاتی تھی۔ اس لئے حکومت نے اعلان کر دیا۔ کہ یکم اپریل ۱۹۳۸ء سے کوئی ہوٹل شراب مہیا نہیں کر سکتا۔ سوائے اس کے جس نے اس کا باقاعدہ لائسنس لیا ہو۔ لاہور اور امرتسر میں اس کا نفاذ فوری طور پر اور بعد ازاں بعض دوسرے شہروں میں بھی کر دیا گیا۔ اس کا خاطر خواہ نتیجہ برآمد ہوا۔ اور سال ۳۹-۱۹۳۸ء میں دیسی شراب کی کھپت ۳۹۹۹۱۴ گیلن رہ گئی۔ مگر باوجود اس کے شراب سے جو آمد حکومت کو ہوتی ہے۔ اس میں کمی نہیں ہوئی۔ ۳۷-۱۹۳۶ء میں کل آمد ۱۹،۰۷،۰۸۷،۴ روپیہ تھی جو ۳۹-۱۹۳۸ء میں ۴۰۹۷،۰۹۸۰ روپیہ ہوئی جہاں دیسی شراب کی کھپت میں قدرے کمی ہوئی ہے۔ وہاں اس سال ولایتی شراب میں اضافہ بھی ہوا ہے۔ یعنی ۳۸-۱۹۳۷ء میں یہ کھپت ۳۲۰۰۰۰ گیلن تھی مگر ۳۹-۱۹۳۸ء میں ۳۴۸۱۳ گیلن ہو گئی۔ گویا اس سال دیسی شراب میں ۱۵۹۵۲ گیلن کی کمی ہوئی۔ بیئر میں ۱۴۰۰۷۵۷ گیلن کی اور غیر ملکی شراب میں ۲۵۰۷ گیلن کا اضافہ ہوا۔ حکومت پنجاب کو ۳۷-۱۹۳۶ء میں شراب اور الکحل کے دوسرے مرکبات سے ۵۹۲۹۱۹۴ روپیہ ۳۸-۱۹۳۷ء میں ۶۲۰۵۱۷۵ روپیہ اور ۳۹-۱۹۳۸ء میں ۶۱۳۱۸۲۱ روپیہ کی آمد ہوئی۔

پنجاب کی اکثر آبادی زراعت پیشہ ہے اور ان لوگوں کی اقتصادی بدحالی کسی سے پوشیدہ نہیں۔ اس صوبہ کے لوگوں پر جو قرض ہے۔ اس کا سالانہ سود حکومت کی سالانہ آمد سے چار گنا زیادہ ہے۔ لیکن پھر بھی شراب کے استعمال کی یہ حالت ہے۔ اس قدر افلاس کے مارے ہوئے اور